سیرت صحابہ

محمد وسیم اختر مفتی

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

——— ۶ ———

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

جنگ یمامہ میں ۱۲۰۰ مسلمان شہید ہوئے، ان میں سے ۳۹ صحابہ حفاظ قرآن تھے۔ ابھی ایران و روم کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ جاری تھا، حضرت عمر نے یہ سوچ کر کہ کہیں زیادہ تعداد میں حفاظ شہید ہونے سے قرآن کا متن غیر محفوظ نہ ہو جائے، ابوبکر کو مشورہ دیا، قرآن کو اکٹھا کر لیا جائے۔ ان کا جواب تھا: ''تم ایک کام کیسے کر سکتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟'' عمر نے اس موضوع پر ابوبکر سے کئی بار گفتگو کی تو وہ قائل ہو گئے اور عمر کی رائے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں آپ سے پورا قرآن سیکھنے والے صحابی زید بن ثابت کو بلا کر کہا: ''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی لکھ کر دیا کرتے تھے، اب ہر جگہ سے معلوم کر کے قرآن مجید جمع کرو۔'' چنانچہ زید نے کھجور کی چھالوں، چمڑے کے ٹکڑوں، بکری کے شانے کی ہڈیوں اور سفید پتھر کے ٹکڑوں پر تحریر آیات اکٹھی کیں اور حفاظ سے رجوع کیا۔ اس سعی کے بعد قرآن چمڑے پر یا اس زمانے کے کاغذ پر تحریر ہو کر یکجا ہوا تو ابوبکر کے پاس رکھوا دیا گیا، ان کی وفات کے بعد یہ عمر کے پاس رہا پھر ام المومنین حفصہ بنت عمر کے پاس آ گیا۔ (بخاری، رقم ۴۹۸۶)

ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ جمع قرآن کا کارنامہ خلافت فاروقی میں انجام پایا، لیکن اگر بخاری کی اس روایت کو ترجیح دی جائے تو ممکن ہے کہ جمع قرآن کا بیش تر کام خلیفۂ اول کے زمانے میں ہوا ہو اور دوسرے خلیفۂ راشد کے عہد میں اسے اس مصحف کی حتمی شکل دی گئی ہو جو ان کی شہادت کے بعد سیدہ حفصہ کے پاس آ گیا۔ آج قرآن مجید

جس ترتیب سے تلاوت کیا جاتا ہے یہ وہی ترتیب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تلقین فرمائی اور عہد صدیقی میں اس کی تدوین ہوئی۔ ابوبکر نے قرآن کی آیات اور سورتیں ترتیب دینے میں اپنی رائے سے کام نہ لیا جیسا کہ مستشرقین اور بعض مسلمان مورخین کا خیال ہے۔ قرآن کی ترتیب تو توقیفی تھی، ابوبکر کے حکم سے محض اس کے متن کو اس طرح ضبط تحریر میں لایا گیا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم حفاظ صحابہ کو تلقین فرماتے تھے۔ خلیفۂ ثالث عثمان نے ابوبکر کے مصحف ہی کو سامنے رکھ کر متن میں قرأتوں کے اختلاف کو طے کیا، یوں یہ مصحف مصحف عثمانی کہلایا۔ ابوبکر نے جمع قرآن کا جو کارنامہ انجام دیا وہ ان کے ہمیشہ یاد کیے جانے والے کارناموں، مرتدین کی سرکوبی اور عراق و شام کی فتوحات سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اس لیے کہ آج جبکہ مملکت اسلامیہ پارہ پارہ ہو چکی ہے، قرآن مجید جوں کا توں محفوظ ہے اور اپنے حق ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔

ابوبکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملت اسلامیہ کے لیے اہم ترین مقام رکھتے تھے۔ یہ بات اس وقت کے کفار خوب جانتے تھے اور آج کے مسلمان اور منکر سبھی اس بات سے واقف ہیں۔ غزوۂ احد میں ابوسفیان نے میدان جنگ خالی دیکھا تو پہاڑی پر چڑھ کر پکارا، کیا محمد موجود ہیں؟ جب اسے جواب نہ ملا تو تین بار ابوبکر کا نام لیا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ دوسری پوزیشن انھی کی ہے۔ ابوبکر کی زندگی اخلاق محمدی سے آراستہ تھی۔ قارہ کے سردار ابن دغنہ نے قریش کے روبرو ابوبکر کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا: ''ابوبکر فقیر و محتاج کو کما کر دیتے ہیں، صلۂ رحمی کرتے ہیں، محتاجوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں آنے والی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔'' (بخاری، رقم ۲۲۹۷) یہ قریباً وہی الفاظ ہیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمائے تھے، جب پہلی وحی نازل ہونے کے بعد آپ پر لرزہ طاری تھا۔ یہ تفصیل تفضیل ابوبکر کی ایک بڑی دلیل ہے۔

خلافت ملنے کے بعد ابوبکر کپڑے کی کچھ چادریں پکڑ کر بازار جانے لگے، راستے میں عمر سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر نے کہا: انھیں بیچنے بازار جا رہا ہوں۔ عمر نے کہا: آپ کے کاندھوں پر مسلمانوں کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، آپ یہ کاروبار کیسے کر سکتے ہیں؟ سوال آیا: بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟ باہم مشورے سے دونوں بیت المال کے انچارج ابوعبیدہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے امیر المومنین کے لیے ۶ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ جب امور خلافت کے ساتھ کپڑے کا کاروبار سنبھالنا مشکل ہو گیا تو انھوں نے خود وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی۔ پورے زمانۂ خلافت میں سنح میں ابوبکر کا دیہاتی مکان جو محض ایک

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

خیمے جتنا تھا اور بالوں سے بنایا گیا تھا، جوں کا توں رہا۔ وہ گھر جو مسجد نبوی اور ابوایوب انصاری کے پڑوس میں تھا، اس میں بھی کوئی تبدیلی نہ آئی۔ خلافت کے پہلے چھ ماہ سنح سے پیدل مدینہ آتے رہے پھر وہ وسط مدینہ میں واقع مکان میں منتقل ہو گئے۔

ابوبکر ایسا کام سرے سے نہ کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور وہ عمل ہرگز نہ چھوڑتے جو آپ نے کیا ہو۔ قرآن وسنت ان کی حکومت کی بنیاد تھے، قرآن میں رہنمائی ملتی نہ فرمان رسول ہوتا تو صحابہ کے مجمع میں آ کر دریافت کرتے اور ان کے اجماع پر کاربند ہو جاتے۔ آں حضرت کے بعد ان سے بڑھ کر اجتہاد کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ اللہ کے سامنے جواب دہی کے شدید احساس نے ان کو جادۂ مستقیم سے ہٹنے نہ دیا، کوئی قدم اٹھانے سے پہلے خوب مشورہ کرتے، اللہ سے رہنمائی کی دعا مانگتے اور جب عزم پختہ ہو جاتا تو انھیں کوئی تردد نہ ہوتا۔ انھیں ایک مسئلہ درپیش آیا جس کے بارے میں انھوں نے کتاب اللہ میں اصل پائی نہ سنت رسول میں رہنمائی تو فرمایا: میں اپنی رائے اور سوجھ بوجھ کو کام میں لاؤں گا۔ اگر درست فیصلہ ہوا تو اللہ کی جانب سے ہوگا اور اگر غلط ہوا تو میری طرف سے ہوگا۔ میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں۔ انھوں نے کئی اجتہادات کیے جن میں سے دادا، دادی کی میراث، کلالہ کی تفسیر اور شراب خور کی حد اہم ترین ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ایک شخص نے ابوبکر کو 'یا خلیفۃ اللہ' کہہ کر پکارا تو انھوں نے اسے منع کیا اور فرمایا: میں خلیفۃ اللہ نہیں، بلکہ خلیفۃ رسول اللہ ہوں۔ یہ جملہ ابوبکر کے دور حکومت کی صحیح تصویر کشی کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو رسول اللہ کا خلیفہ اس معنی میں کہتے تھے کہ رسول اللہ کی لائی ہوئی شریعت کے اوامر ونواہی کے نفاذ اور آپ کی امت کی قیادت کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پر آن پڑی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس فرض سے عہدہ برا ہوتے ہوئے ملت اسلامیہ کو وحدت کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اللہ اور رسول کے احکام پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ یہ سلطنت اپنے شہریوں کی اجتماعی رائے کی پابند تھی۔ خلیفۃ اللہ ہونے کا انکار کرنے کا مطلب تھا، قدیم ایران ومصر اور ہندوستان کی مشرکانہ تہذیبوں کے تصور حکمرانی کی نفی کر دی جائے جو بادشاہ کو خدائی نمائندہ سمجھتے تھے۔ بادشاہوں کی تقدیس اور ان کے حکم کو وحی والہام سمجھنا ایسا تصور ہے جو یورپ میں سترھویں صدی عیسوی تک پایا گیا، لیکن ابوبکر نے صدر اسلام ہی میں اس کا خاتمہ کر دیا، کیونکہ دین توحید اس کی قطعاً گنجایش نہیں رکھتا۔ عمر خلیفہ بنے تو انھوں نے اپنے لیے امیر المومنین کا لقب پسند کیا۔

خلیفۂ اول ابوبکر نے بیت المال کی ذمہ داری ابوعبیدہ بن جراح کو سونپی جنھیں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا لقب عطا فرمایا تھا۔ منصب قضا پر عمر بن خطاب کو بٹھایا جن کا بے لاگ انصاف مشہور ہے، کاتب یا

سیکریٹری جنرل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب خاص زید کو مقرر کیا۔ ان عہدے داروں کے باقاعدہ دفتر تھے نہ متعین اوقات کار۔ ضرورت پیش آنے پر اپنا کام انجام دیا اور پھر دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ ابوبکر کی پالیسی تھی، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تقرریوں کو برقرار رکھا جائے، چنانچہ جب عمر نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اس کی بیوہ سے میدان جنگ میں شادی رچانے پر خالد کو معزول کرنے کا پرزور مشورہ دیا تو انھوں نے ان کی جگہ کسی اور کو لانے سے انکار کر دیا۔ ابوبکر کی مہر خلافت پر نعم القادر اللہ نقش تھا۔

مدینہ کے محصولات میں خمس بڑی مد تھی، وہ اس مال کو حق داروں تک پہنچانے میں بہت جلدی کرتے۔ بیت المال پہلے ابوبکر کے سنح والے گھر میں تھا، جب وہ مدینہ منتقل ہوئے تو یہ بھی مدینہ منتقل ہو گیا۔ اس پر کوئی چوکیدار مقرر نہ تھا، کیونکہ وہ اس میں قابل ذکر مال موجود نہ رہنے دیتے تھے جس کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ اس پر ایک قفل ڈال دیا جاتا۔ ابوبکر کی وفات کے بعد خلیفۂ ثانی عمر، عبدالرحمان بن عوف اور عثمان بن عفان کے ساتھ ان کے چھوڑے ہوئے بیت المال میں داخل ہوئے تو اسے بالکل خالی پایا۔ فقط ایک کپڑے کی تھیلی ملی جس میں ایک درہم پڑا ہوا تھا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اپنی خلافت کے پہلے سال ابوبکر حج کرنے نہ گئے، انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ رجب ۱۲ھ میں انھوں نے عمرہ کیا، مکہ میں اپنے والد ابوقحافہ سے ملاقات کی جو اسلام لانے کے بعد وہیں مقیم ہو گئے تھے۔ پھر اسی سال (۱۲ھ) میں ابوبکر امیر المومنین کی حیثیت سے حج کرنے آئے، دار الخلافہ میں ان کی غیر موجودگی کے وقت عثمان بن عفان نائب رہے۔ اجل نے انھیں اپنی خلافت کا تیسرا حج ادا کرنے کا موقع نہ دیا۔ یہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے مطابق تھا جو آپ نے ابوبکر کو سنایا۔ فرمایا: ''اے ابوبکر، میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم دونوں سیڑھیاں چڑھ رہے ہیں اور میں تم سے اڑھائی سیڑھیاں آگے نکل آیا ہوں۔'' انھوں نے جواب دیا، خیر ہو یا رسول اللہ، اللہ آپ کو سلامت رکھے یہاں تک کہ آپ وہ کچھ دیکھ لیں جو آپ کو خوش کرے اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔ آپ نے تین دفعہ خواب دہرایا اور ابوبکر نے تینوں بار یہی جواب دیا۔ چوتھی دفعہ ابوبکر نے کہا: ''یا رسول اللہ، اللہ آپ کو اپنی رحمت و مغفرت کی طرف اٹھا لے گا اور میں آپ کے بعد اڑھائی سال جیوں گا۔'' کچھ مورخین کا کہنا ہے کہ ابوبکر نے اپنی خلافت کے دوران میں حج نہیں کیا۔

ابوبکر کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے عبداللہ (وفات ۱۱ھ) اور اسماء (وفات ۷۴ھ)، دوسری بیوی ام رومان بنت عامر سے عبدالرحمان (وفات ۵۳ھ) اور عائشہ (وفات ۵۸ھ)،

چوتھی بیوی اسماء بنت عمیس سے محمد (قتل کی تاریخ: ۳۸ھ) اور پانچویں بیوی حبیبہ سے ام کلثوم نے جنم لیا۔ ان کی بیویوں کو ان سے کوئی شکایت نہ ہوئی، البتہ نان و نفقے کی کمی ضرور رہی۔ اولاد کی حسن تربیت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ عائشہ کو جو کم عمری میں بیاہ کر باپ کے گھر سے رخصت ہوئیں، بے شمار اشعار، ضرب الامثال اور خطبے زبانی یاد تھے۔ عربوں کے واقعات اور ان کی تاریخ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ ان کی دوسری بیٹی اسماء ذات النطاقین گھرداری کی خوبیوں کا مرقع تھیں۔ باپ نے ان کی مشقت بھری زندگی دیکھی تو ایک خادمہ بھیج دی۔ اسماء کی عمر سو برس سے زیادہ تھی اور وہ نابینا ہو چکی تھیں جب حجاج نے ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر کو مکہ میں محصور کر دیا۔ اس نے صلح کے بدلے گورنری اور مال و دولت دینے کی پیش کش کی۔ وہ بوڑھی ماں سے مشورہ کرنے آئے، انھوں نے جگر تھام کر اپنے بیٹے کو جرات دلائی اور مصالحت سے منع کر دیا۔ ابوبکر کے بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمان شعر و ادب کا اچھا ذوق رکھتے تھے اور خود بھی شعر کہتے تھے۔ عبدالرحمان نے بدر و احد کی جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا اور بعد میں مسلمان ہوئے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ابوبکر زمانۂ جاہلیت میں بھی امانت دار تھے، لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتے اور انھیں وقت پر ادا کرتے پھر خلافت کی امانت کبریٰ کو خوب ادا کیا۔ خود فرماتے ہیں: ''ہم نے مسلمانوں کے کھانے میں سے چونی بھوسی استعمال کی اور ان کے موٹے جھوٹے کپڑوں سے تن ڈھانکا۔'' مکہ میں وہ ۴۰ ہزار درہم کے مالک تھے، اسلام کی راہ میں انفاق کرتے کرتے یہ رقم گھٹ کر ۵ ہزار درہم رہ گئی جب انھوں نے مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت کے فوراً بعد سہیل و سعد کی زمین پر مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو زمین کی قیمت ابوبکر نے ادا کی۔ رفتہ رفتہ ان کا سب مال اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا۔ ابوبکر پر کامل اعتماد ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال کو بے تکلف اپنے مال کی طرح خرچ فرماتے تھے۔

سیدنا ابوبکر نے خلافت کی ذمہ داریاں انتہائی تقویٰ و امانت کے ساتھ ادا کیں۔ وہ کسی بھی درجے میں خیانت نہ کرنا چاہتے تھے، احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ان کی اہلیہ نے حلوہ کھانے کی فرمایش کی تو مسلمانوں کے بیت المال پر بوجھ ڈالنا منظور نہ کیا، بلکہ روزانہ ملنے والے وظیفے میں سے کچھ رقم پس انداز کی تب حلوہ لیا۔ زہد و ورع کا حال یہ کہ ایک روز درخت پر چڑیا دیکھی تو کہا: او پرندے، تیری زندگی کیا خوب ہے۔ درخت کے پھل کھاتا ہے اور اس کے سایے میں وقت گزارتا ہے۔ حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں۔ کاش، ابوبکر تجھ جیسا ہوتا۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے چند سوالات دریافت فرمائے: ''آج روزہ کس نے رکھا؟ جنازے میں شرکت کس نے کی؟ محتاج کو کھانا

کس نے کھلایا؟ بیمار کی تیمارداری کس نے کی؟'' سب کے جواب میں ابوبکر ہی نے ہاں کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اوصاف جس میں جمع ہو جائیں، جنتی ہے۔'' خلیفہ بننے کے بعد ابوبکر عمرہ کرنے گئے تو لوگ احتراماً ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ انھیں ہٹا کر کہا: اپنی اپنی راہ چلو۔ ابوبکر اپنا کام خود کرتے، اونٹ پر سواری کرتے ہوئے نکیل ہاتھ سے گر پڑتی تو خود اتر کر نکیل اٹھاتے۔ لوگوں نے کہا: ہم سے کیوں نہیں کہتے؟ جواب دیا: میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ کو حکم ہے، انسان سے کچھ نہ مانگوں۔ خلافت سنبھالنے سے پہلے وہ سنح سے مدینہ آ کر غریب عورتوں کی بکریاں دوہا کرتے، خلیفہ بنے تو ایک عورت نے کہا: آج ہمارے گھر میں بکریاں دوہنے والا کوئی نہ رہا۔ ان کا جواب تھا: میں اب بھی تمھارے جانور دوہتا رہوں گا۔ مدینہ کے کنارے پر ایک اندھی محتاج بڑھیا رہتی۔ سیدنا عمر اس ارادے سے جاتے کہ اس کی کچھ خدمت کریں۔ وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا، کوئی آدمی خدمت کر کے جا چکا ہے۔ ایک روز وہ کھوج لگانے کے لیے چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ وقت مقررہ پر انھوں نے آنے والے شخص کو دیکھا تو وہ ابوبکر تھے۔ محلے میں نکلتے تو بچے بابا بابا کہہ کر ابوبکر سے لپٹ جاتے۔ ایک سال سردیوں میں انھوں نے کمبل خرید کر مدینہ کے غربا میں بانٹے۔

ابوبکر اپنے گورنروں کی کارروائیوں پر نگاہ رکھنے کے ساتھ رعایا کے حالات سے باخبر رہتے۔ مظلوم کی فوراً دادرسی کرتے۔ ان کی نصیحتوں میں ان کی طبعی خصوصیت صداقت کے ساتھ ان کی دانش جھلکتی ہے۔ ایک کمانڈر کو نصیحت کی کہ لوگوں کی پردہ دری نہ کرنا، بلکہ ان کے ظاہری حالات پر اکتفا کرنا۔ جہاں فساد نظر آئے اس کی اصلاح کرنا۔ عکرمہ سے کہا کہ جب کچھ کرنے کا وعدہ کرو تو اسے کر گزرو۔ کسی جرم کی سزا میں حد سے تجاوز نہ کرنا۔ رعایا کو وعظ فرمایا: ''سنو، اگر تم مجھ سے تقاضا کرو کہ میں اس طرح کام کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرماتے تھے تو میں نہ کر سکوں گا۔ آپ کو اللہ نے وحی سے نواز کر معصوم بنایا تھا، میں تم سے بہتر انسان نہیں ہوں، لہٰذا مجھے کچھ چھوٹ اور رعایت دو۔ اگر میں درست راہ پر چلوں تو میری پیروی کرو اور اگر مجھے کج راہ ہوتے پاؤ تو سیدھا کر دو۔'' عراق میں مجتمع فوجوں کو ابوبکر نے جو نصیحت کی اسے پڑھ کر ان کے پختہ ایمان کا پتا چلتا ہے۔ تم اللہ کے مددگار رہو، جو اللہ کی مدد کرے، اللہ اسے فتح دیتا ہے۔ ہزاروں کی جمعیت اگر معصیت کی راہ اختیار کر لے تو بے دست و پا ہو جاتی ہے، لہٰذا گناہوں سے خبردار رہو۔ ابوبکر خود مختصر گفتگو کرتے اور دوسروں کو بھی اختصار کلام کی ہدایت کرتے۔ یزید بن ابوسفیان کو فرمایا: طویل کلامی بات ذہن سے محو کر دیتی ہے۔

ابوبکر کے چند جامع کلمات: موت سے محبت کرو، زندگی عطا کی جائے گی۔ امانت سب سے بڑی سچائی ہے اور

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

خیانت سب سے بڑا جھوٹ۔ صبر نصف ایمان اور یقین پورا ایمان ہے۔ تعزیت کے بعد مصیبت مصیبت نہیں رہتی۔ اگر کوئی نیکی رہ جائے تو اسے پانے کی کوشش کرو اور جب پا لو تو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ جس سے مشورہ چاہو اس سے کچھ نہ چھپاؤ ورنہ اپنی قبر خود کھودو گے۔

حدود اللہ کے باب میں ان کی احتیاط اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ فرمایا: اگر میں خود کسی کو خدا کی کوئی حد توڑتے ہوئے دیکھوں تو اس وقت تک سزا نہیں دے سکتا جب تک دوسرا گواہ نہ ہو۔ ایک قائد کو وصیت کی کہ ان کا ظاہر قبول کر لو اور باطن ان پر چھوڑ دو۔ ایاس بن عبدیالیل فجاہ کے نام سے مشہور ہے، ابوبکر کے پاس آیا اور مرتدوں سے مقابلے کے لیے اسلحہ مانگا۔ اسے اسلحہ مل گیا تو اس نے ڈاکا زنی اور غارت گری کا پیشہ اختیار کر لیا، پھر جب وہ گرفتار ہو کر خلیفۂ اول کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے بقیع کے مقام پر بھڑکتے ہوئے الاؤ میں جھونکنے کا حکم دیا۔ یہ واحد واقعہ ایسا ہے جسے ابوبکر کے بردباری، تحمل اور دور اندیشی پر مبنی دور حکومت کے غیر موافق کہا جا سکتا ہے۔ مستشرقین نے اس واقعہ کو خوب اچھالا ہے، حالانکہ اس فیصلے کی بنیاد قرآن مجید میں پائی جاتی ہے: 'انما جزاؤا الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض' ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ بری طرح قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا انھیں مملکت سے جلا وطن کر دیا جائے۔'' (المائدہ ۵: ۳۳) تقتیل میں جلانا بھی شامل ہو سکتا ہے۔ اسلامی مملکت کا اسلحہ لے کر اسے مملکت ہی میں بدامنی پھیلانے کے لیے استعمال کرنے سے بڑا فساد کیا ہو سکتا تھا، لیکن ابوبکر نے اس ڈاکو کو دی جانے والی سزا کو اپنی فروگزاشت سمجھا۔ وہ اس واقعے پر افسوس کرتے رہے اور ایک بار کہا: کاش میں نے فجاہ سلمی کو جلانے کی بجائے قتل کر دیا یا زندہ چھوڑ دیا ہوتا۔ عمرو بن عاص نے شام سے بنان کا سر کاٹ کر بھیجا تو ابوبکر نے ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ آیندہ محض فتح کی اطلاع ارسال کی جائے، ہرگز کسی کا سر میرے پاس نہ بھیجا جائے۔

ابوبکر کا بدن دبلا اور قدرے آگے کو جھکا ہوا تھا۔ پہلوؤں میں گوشت کم تھا جس کی وجہ سے تہ بند نیچے لٹک آتا۔ رنگ سفید، گال کمزور اور ڈاڑھی خشخشی تھی۔ پیشانی فراخ اور اونچی تھی، آنکھیں گہری اور روشن تھیں، بال گھنگریالے تھے۔ ابوبکر کی آواز دردناک تھی، وہ سنجیدہ اور کم گو تھے۔ بالوں کو مہندی اور وسمہ لگاتے جس سے ان کی ڈاڑھی گہری سرخ نظر آتی۔ یہ معمول انھوں نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد اپنایا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

www.javedahmadghamidi.com

میں صرف ابو بکر ہی تھے جن کے بال کھچڑی تھے۔ اتنے لاغر ونحیف ابو بکر کو مشرکوں نے ابوالفصیل (اللہ میاں کی گائے) کا نام دیا تھا۔ انھی کے کاندھوں پر بار خلافت پڑا تو وہ ابوالفحول (شیر نر) ثابت ہوئے۔ خالد بن ولید نے بھی جنگ ارتداد میں بعض مواقع پر نرم پالیسی اختیار کرنا چاہی، لیکن ابو بکر نے پورا قصاص لینے کی ہدایت کی۔ عمر نے منکرین زکوٰۃ سے نرمی برتنے کا مشورہ دیا تو بھی وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ ان کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملنے والی سند کافی ہے کہ ''جسمانی طور پر کم زور اور اللہ کے معاملے میں انتہائی طاقت ور۔'' بوڑھے ہو کر وہ اور ضعیف ہو گئے، لیکن ان کی ہر فضیلت زیادہ توانا ہو گئی۔ ابو بکر زمانۂ جاہلیت میں شعر کہتے تھے: اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا شعری اثاثہ وہ تین مرثیے ہیں جو انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہے۔

ابو بکر نے اصحاب رسول سے نرمی اور مروت کا رویہ اختیار کیا، صحابہ کو ابو بکر سے ایک ہی شکایت ہوئی کہ انھوں نے مال کی تقسیم میں السابقون الاولون، مردوں، عورتوں اور غلاموں میں کوئی امتیاز نہ کیا۔ اس کی وجہ خلیفۂ اول کا اصول تھا کہ مال کی تقسیم میں مساوات ہی زریں اصول ہے، البتہ مراتب اور اجر و ذخر دینا اللہ کا کام ہے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ خلافت کے پہلے سال ابو بکر نے مال فے آزاد، غلام، مرد، عورت سب میں برابر تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصے ۱۰ دینار آئے۔ اگلے برس یہ رقم دگنی ہو کر ۲۰ دینار ہو گئی۔ ان کی پالیسی تھی کہ کبار صحابہ کو سرکاری مناصب کم سے کم دیے جائیں۔ اس کی ایک وجہ انھوں نے خود بیان کی کہ میں نہیں چاہتا، ان (اہل بدر) کو دنیا میں ملوث کروں۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ ان کو اپنے پاس مدینہ میں رکھنا چاہتے تھے تاکہ انھیں مشوروں میں شامل رکھیں، کیونکہ جب معاذ بن جبل شام گئے تھے تو اہل مدینہ نے بڑا خلا محسوس کیا تھا، وہ ان سے فقہی و دینی مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ تب عمر نے انھیں روکنے کا مشورہ دیا تھا تو ابو بکر نے جواب دیا تھا: جو شخص جہاد کے ذریعے شہادت حاصل کرنا چاہتا ہو میں اس کو کیسے روک سکتا ہوں؟

خلافت ابو بکر میں سیدنا عمر کا بہت اہم کردار رہا، ہر کام ان کے مشورے سے انجام پاتا، تاہم ایسے مواقع بھی آئے جب ابو بکر کو تنہا کھڑا ہونا پڑا خصوصاً جیش اسامہ بھیجتے ہوئے اور منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے وقت صرف ابو بکر تھے جنھیں اپنا موقف درست ہونے کا حق الیقین تھا۔ انھوں نے خالد بن ولید کے بارے میں بھی عمر کے بار بار کے مشوروں کو رد کیا۔ ان دونوں کی ہم آہنگی اور ان کی بے مثال حکومتوں کو دیکھ کر انھیں عمرین کا نام دیا گیا۔ جب ابو بکر و عمر ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلتے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے۔ آپ نے فرمایا: ''جو دو میرے بعد

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

آئیں ان کی پیروی کرو یعنی ابوبکر وعمر۔'' (ترمذی، رقم ۳۶۶۳) حضرت علی فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ابوبکر وعمر آئے۔ تب آپ نے فرمایا: ''یہ نبیوں رسولوں کے علاوہ پہلے والے اور بعد میں ہونے والے اہل جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں، اے علی، ان کو نہ بتانا۔'' (ترمذی، رقم ۳۶۶۵) آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں صحابہ کے حلقے میں تشریف فرما تھے کہ علی تشریف لائے۔ سلام کے بعد وہ بیٹھنے کے لیے جگہ ڈھونڈنے لگے۔ ابوبکر فوراً کھسک گئے اور انھیں نشست دے دی۔ آپ کا چہرہ مبارک دمک اٹھا۔ فرمایا: ''اہل فضل کی فضیلت اصحاب فضل ہی پہچانتے ہیں۔''

سخت مشقت اور اعصاب شکن معمولات نے ابوبکر کی اجل کو دعوت دی۔ کوئی اور انسان اس قدر بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا تھا جو انھیں اپنے دور خلافت میں اٹھانا پڑا۔ اگرچہ ایسی روایت بھی پائی جاتی ہے کہ یہودیوں نے ان کو دیر سے اثر کرنے والا زہر ملا کر خزیرہ (گوشت جو پانی اور مسالے ڈال کر رات بھر پکایا گیا ہو) کھلا دیا تھا جس سے ان کی وفات ہوئی۔ عتاب بن اسید نے بھی یہ کھانا کھایا تھا، انھوں نے اسی روز مکہ میں انتقال کیا۔ جب ابوبکر کی وفات ہوئی۔ حارث بن کلدہ طبیب تھا، اس نے چند لقمے لے کر کھانا چھوڑ دیا تھا، اس لیے ان کی جان بچ گئی۔ زہری کا کہنا ہے وہ بھی بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ زہر خورانی کی روایت قوی نہیں، اس لیے اسے نہیں مانا گیا۔ سیدہ عائشہ اور عبدالرحمان بن ابوبکر کا بیان ہے کہ ۷ جمادی الثانی ۱۳ھ کو ہوا سرد تھی۔ ابوبکر نے غسل کر لیا تو ان کو بخار چڑھنا شروع ہو گیا۔ ایسے بیمار ہوئے کہ مسجد نہ جا سکتے تھے، چنانچہ عمر کو نماز پڑھانے کا کہا۔ ابوبکر کی وفات کا عیسوی ماہ اگست بنتا ہے، سخت گرمی کے موسم میں ٹھنڈ لگنے والی بات عجیب لگتی ہے، لیکن عام مشاہدہ ہے کہ ہر گرمیوں میں چند دن ٹھنڈے ضرور آتے ہیں۔ ممکن ہے، وہ دن ایسا رہا ہو۔ یہ امکان بھی ہے کہ انھیں ہجرت کے فوراً بعد ہونے والا بخار عود کر آیا ہو یا کوئی نئی بیماری لاحق ہو گئی ہو۔ شدت مرض میں ابوبکر کو طبیب بلانے کا کہا گیا تو ان کا جواب تھا: طبیب نے دیکھ لیا ہے۔ لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ ابوبکر نے بتایا کہ وہ کہتا ہے: 'انی فعال لما یرید' ''میں جو چاہتا ہوں کر ڈالتا ہوں۔'' سیوطی کہتے ہیں: ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے صدمے سے گھلتے رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

پندرہ دن کی اس بیماری میں وہ اپنا محاسبہ کرتے رہے اور امور خلافت بھی کسی قدر انجام دیے۔ انھیں احساس ہو چکا تھا کہ آخری وقت آن پہنچا ہے۔ ابوبکر ذاتی طور پر مطمئن اور پرسکون تھے، لیکن مرض الموت میں بھی انھیں مسلمانوں کے معاملات سلجھانے کی فکر رہی۔ انھیں یہ خدشہ لاحق تھا کہ میرے بعد مسلمان کسی انتشار کا شکار نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوتا تو کوئی سقیفہ ان کو دوبارہ متحد نہ کر سکتا۔ انھوں نے اہل رائے کو جمع کر کے کہا کہ اللہ نے تمھیں

میری بیعت سے آزاد کر دیا ہے، میری زندگی ہی میں جسے چاہو اپنا امیر منتخب کر لو۔ سب نے مشورہ دیا کہ ابوبکر اپنی زندگی میں اپنا جانشین مقرر کر جائیں۔ ابوبکر کو عمر بن خطاب پر پورا اطمینان تھا، لیکن وہ اپنی رائے مسلمانوں پر ٹھونسنا نہ چاہتے تھے۔ کچھ روز بعد انھوں نے عبدالرحمان بن عوف کو بلا کر مشورہ کیا۔ ان کا جواب تھا: عمر بہترین آدمی ہیں، لیکن ان میں سختی پائی جاتی ہے۔ ابوبکر نے فرمایا: ان کی سختی اس لیے ہے کہ وہ مجھے نرم پاتے ہیں۔ حکومت ان کے پاس ہو گی تو وہ بہت سی باتیں چھوڑ دیں گے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ مجھے کسی شخص پر غصہ آتا ہے تو وہ مجھے اس کی طرف سے منانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب میں کسی سے نرمی برتتا ہوں تو مجھے سختی کا مشورہ دیتے ہیں۔ پھر انھوں نے عثمان بن عفان کو بلایا جو ان کے پڑوس میں رہتے تھے اور ان کی رائے طلب کی۔ انھوں نے فرمایا: عمر جیسا ہم میں کوئی نہیں، وہ باطن میں اپنے ظاہر سے کہیں بہتر ہیں۔ ان کے بعد ابوبکر نے علی، طلحہ، سعید بن زید، اسید بن حضیر اور کئی اور صحابہ سے مشورہ کیا۔ کچھ صحابہ نے ابوبکر کے مشوروں کی خبر پا کر عمر کی مخالفت کرنا چاہی، وہ ان کے پاس حاضر ہوئے۔ طلحہ بن عبیداللہ نے کہا کہ آپ نے دیکھا ہے آپ کے ہوتے ہوئے وہ لوگوں سے کس طرح پیش آتے ہیں؟ آپ نہ ہوں گے تو ان کا کیا سلوک ہو گا؟ ابوبکر کو غصہ آ گیا، شدت مرض سے لیٹے ہوئے تھے، فوراً بٹھانے کو کہا پھر پکار کر کہا: اے اللہ، میں نے تیرے بندوں پر ان میں سے بہترین شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے، طلحہ، میری طرف سے سب کو یہ بتا دو۔ اگلے روز انھوں نے حضرت عثمان سے جانشین کی تقرری کو یوں تحریری شکل دلائی: میں اپنے بعد عمر بن خطاب کو تمھارا خلیفہ مقرر کرتا ہوں، تم ان کی سنو اور مانو۔ اس دوران میں ان کو غشی بھی آئی۔ ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس انھیں سہارا دے کر دروازے تک لے آئیں تو انھوں نے مسجد نبوی میں موجود لوگوں سے اپنے فیصلے کی تائید لی۔ ابوبکر نے عمر کو الگ بلا کر کچھ نصیحتیں بھی کیں۔ دوران مرض میں ایک روز ابوبکر نے دریافت کیا کہ مجھے بیت المال سے کتنا وظیفہ ملا ہے؟ حساب کیا گیا تو ۶۰۰۰ درہم ہوئے۔ انھوں نے عائشہ کو وصیت کی کہ میری فلاں زمین فروخت کر کے بیت المال کے درہم واپس کر دیے جائیں۔ یہ تحقیقات بھی کیں، بیعت کے بعد میرے مال میں کیا اضافہ ہوا؟ معلوم ہوا ایک حبشی غلام ہے جو بچوں کو کھانا کھلاتا ہے اور فرصت میں تلواریں صیقل کرتا ہے۔ ایک اونٹنی ہے جس پر پانی آتا ہے اور پانچ درہم مالیت کی ایک چادر ہے، چنانچہ انھوں نے وصیت کی کہ میری وفات کے بعد یہ چیزیں خلیفۂ وقت کے پاس پہنچا دی جائیں۔ روایات میں ایک خچر، کچھ برتنوں اور ایک چکی کا ذکر ہے، ابوبکر نے یہ بھی بیت المال کے حوالے کرنے کی تلقین کی۔ ابوبکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عالیہ (مدینے کا بالائی علاقہ) میں ملنے والی بنو نضیر کی زمین عائشہ کو ہبہ کر چکے تھے، مرض الموت میں انھوں نے عائشہ سے یہ زمین لوٹانے کی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

درخواست کی تاکہ یہ سارے وارثوں کے حصے میں آ جائے۔ان کے ذہن میں حبیبہ بنت خارجہ سے پیدا ہونے والی ام کلثوم تھی جس نے ابھی جنم نہ لیا تھا،انھوں نے اس کے لڑکی ہونے کی پیشین گوئی بھی کر دی۔

عائشہ سے پوچھا گیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا؟ انھوں نے بتایا تین کپڑوں کا۔ وصیت کی میرے کفن میں بھی تین کپڑے ہوں، دو چادریں جو میرے بدن پر ہیں دھو لی جائیں اور ایک کپڑا نیا لے لیا جائے۔عائشہ نے کہا کہ ہم تنگ دست نہیں کہ نیا کپڑا نہ لے سکیں۔جواب فرمایا: نئے کپڑوں کی زندہ لوگوں کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے،کفن تو لہو اور پیپ کے واسطے ہے۔عائشہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ایک زعفران لگا ہوا کپڑا جو انھوں نے پہن رکھا تھا اور دو نئے کپڑوں کا کفن دینے کا ذکر ہے۔ابوبکر نے اپنی اہلیہ اسماء بنت عمیس کو غسل دینے کی ہدایت کی اور کہا اگر وہ چاہیں تو ہمارے بیٹے عبدالرحمان سے مدد لے لیں۔ابوبکر ان وصیتوں میں مصروف تھے کہ عراق سے مثنیٰ آئے اور عراق کمک بھیجنے کی درخواست کی۔انھوں نے اپنے جانشین عمر کو وہاں فوج بھیجنے کی وصیت کی اور فرمایا: میری موت کی وجہ سے مسلمانوں کے معاملات سے غافل نہ ہو جانا۔انتقال کے دن پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس روز رحلت فرمائی تھی؟ لوگوں نے بتایا: پیر کے دن۔کہا: مجھے امید ہے،میری موت بھی آج ہی ہو گی۔انھوں نے وصیت کی کہ میری قبر آں حضرت کی قبر کے ساتھ بنائی جائے۔موت کے آثار طاری ہوئے تو عائشہ پاس تھیں،انھوں نے حاتم طائی کا ایک شعر پڑھا تو ابوبکر ناراض ہوئے۔ان کے منہ سے نکلنے والے آخری الفاظ یہ تھے:'رب توفنی مسلمًا و الحقنی بالصالحین'' اے پروردگار،مجھے موت دیجیے مسلمان ہوتے ہوئے اور مجھے ملا دیجیے نیک لوگوں کے ساتھ۔''انھوں نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ (۲۳ اگست ۶۳۴ء) کو پیر کے دن شام کے وقت وفات پائی۔ان کی وصیت کے مطابق ان کی اہلیہ اسماء اور بیٹے عبدالرحمان نے غسل دیا۔میت اسی چارپائی پر لٹائی گئی جس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو تدفین سے پہلے رکھا گیا تھا۔ریاض الجنہ میں جنازہ رکھا گیا۔حضرت عمر نے نماز پڑھائی۔قبر نبوی کے پہلو میں بنائی گئی قبر میں عمر،عثمان،طلحہ اور عبدالرحمان بن ابوبکر نے میت کو اتارا۔یوں وفات کے چند گھنٹوں بعد اسی رات ان کی تدفین عمل میں آ گئی۔ابوبکر کے والد ابوقحافہ اپنے بیٹے کا صدمہ دیکھنے کے لیے زندہ تھے،انھوں نے چھ ماہ بعد ۹۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔مدینہ کی عورتیں حضرت عائشہ کے گھر اکٹھی ہو کر بین کرنے لگیں تو عمر نے ان کو زبردستی روکا۔۲ سال ۳ ماہ ۱۱ (یا ۱۲) دن ابوبکر کی مدت خلافت بنتی ہے۔

ابوبکر سے مروی روایتیں ۱۴۲ ہیں،ان میں سے صرف ۷ بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔قلت روایت کا سبب شاید ان کی کم گوئی ہے۔اس کے باوجود بعض اہم روایات ان سے مروی ہیں،مثلاً طریقۂ نماز جو ابوبکر سے ابن زبیر نے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

سیکھا، ان سے عطا نے اور ان سے ابن جریج نے جو اپنے زمانے میں بہترین طریقے سے نماز ادا کرنے والے تھے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی مقداریں بیان کرنے والی حدیث ابوبکر سے مروی ہے۔ فن تعبیر کے امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ اس امت میں خوابوں کی تعبیر بتانے والے سب سے بڑے ماہر ابوبکر تھے۔ ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی، ان سے روایت کرنے والوں میں عمر بن خطاب، ان کے آزاد کردہ غلام اسلم، انس بن مالک، برا بن عازب، جابر بن عبداللہ، جبیر بن نفیر، حذیفہ بن یمان، زید بن ارقم، زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن مسعود، عثمان بن عفان، عقبہ بن عامر، معقل بن یسار، عبدالرحمان بن ابوبکر، علی بن ابوطالب، ابوامامہ باہلی، ابوسعید خدری، ابوموسیٰ اشعری، ابوبرزہ اور ابوہریرہ شامل ہیں۔

ابوبکر کے عمال: مکہ: عتاب بن اسید۔ طائف: عثمان بن ابوالعاص۔ صنعا: مہاجر بن امیہ۔ عمان: حذیفہ بن محصن۔ حضرموت: زیاد بن لبید۔ خولان: یعلیٰ بن منبہ۔ زبید: ابوموسیٰ اشعری۔ جند: معاذ بن جبل۔ بحرین: علا بن حضرمی۔ نجران: جریر بن عبداللہ۔ دومۃ الجندل: عیاض بن غنم۔ عراق: مثنیٰ بن حارثہ۔ مزنیہ: جرش۔

آخر میں ایک اہم الزام کا جواب دینا ضروری ہے جو ابوبکر پر لگایا جاتا ہے۔ کیا ابوبکر نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کو میراث سے اور حضرت علی کو خلافت سے محروم کر دیا تھا؟ جس طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا پیغمبر علیہ السلام کی وارث تھیں اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی وراثت میں حصہ رکھتی تھیں۔ ابوبکر نے دونوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا، اس لیے کہ شریعت اسلامی میں انبیا کی وراثت جائز نہیں۔ یعقوبی کا بیان ہے: جب سیدہ عائشہ نے اعتراض کیا کہ آپ تو اپنے باپ کی وراثت حاصل کر سکتے ہیں اور میں نہیں کر سکتی تو ابوبکر زاروقطار رونے لگے گویا اس اعتراض پر محض ہمدردی ہی کی جا سکتی تھی۔ خلافت علی کے بارے میں اگر کوئی واضح ارشاد نبوی ابوبکر کے سامنے آتا تو وہ پیچھے ہٹ جاتے اور فرمان رسالت پر بے چون و چرا عمل کرتے، اس لیے کہ ان کی پوری زندگی امتثال امر سے عبارت ہے۔ پھر ابوبکر کے ہاتھ پر علی مرتضیٰ کا بیعت کر لینا ثابت کرتا ہے کہ وہ وصی رسول نہ تھے۔

مطالعۂ مزید: الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ ابن خلدون، الاصابہ فی تمییز الصحابہ (ابن حجر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، تاریخ الیعقوبی، الصدیق ابوبکر (محمد حسین ہیکل)، عبقریۃ الصدیق (عباس محمود العقاد)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی)، سیرت الصدیق (حبیب الرحمان شروانی)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net